

طوطی ہند حضرت امیر خسرو کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر

از

(جناب لانا محمد اشرف حسین ام۔ لے۔ محکمہ آثار قدیمہ ہند دہلی)

ساتویں صدی ہجری میں جب کہ خلیجہ خانی داروگیر نے دنیا سے اسلام میں تہلکہ مچا رکھا تھا ترکوں کے قبیلہ لاجپن کے ایک سردار امیر سیف الدین محمود اپنے وطن مالوف کو خیر باد کہہ کر ہندوستان آنے اور قصبہ مومن آباد میں، جو اب پٹیالی (ضلع ایٹہ) کے نام سے مشہور ہے، سکونت پذیر ہوئے۔ اس زمانے میں دہلی کے تحت پر سلطان شمس الدین التمش شتمکن تھا۔ اس جوہر شناس بادشاہ نے امیر سیف الدین محمود کی قابلیت اور اوصاف حمیدہ کی قدر دانی کی اور ان کو اپنے امرا میں شامل کر لیا۔ کچھ عرصے کے بعد امیر کی شادی فاضل اہل نواب عماد الملک کی دختر نیک اختر سے ہو گئی جن کے بطن سے تین بیٹے اعز الدین علی شاہ، حسام الدین احمد، اور ابوالحسن پیدا ہوئے۔ آخر الذکر ابوالحسن ہی وہ خسرو اتلمیم سخن ہیں جن کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر اس آرٹیکل میں ڈالی جا رہی ہے۔

پٹیالی میں آپ ۶۵۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تاریخ پیدائش میں مورخوں کو اختلاف ہے لیکن خود امیر خسرو کا بیان قرآن السعدین میں، جو ۶۸۸ھ میں لکھی گئی تھی، فیصلہ کن ہے، اُس کے حساب سے ۶۸۸ھ میں ان کی عمر ۳۶ سال تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ

اچھے بتاریخ ز سحیرت گذشت بود سن ششصد و ہشتاد و ہشت

سال من امروز اگر بررسی راست بگویم ہمہ شش بود و سی

جب امیر خسرو نے ہوش سنبھالا تو ان کو سعد الدین خطاط کے پاس خوشنویسی سیکھنے کے لئے بٹھایا گیا۔ چونکہ فطرتاً شاعری سے لگاؤ تھا اس لئے اس چھوٹی سی عمر ہی میں وہ اپنے موزوں

ناموزوں کلام کی دھیلیوں پر مشق کیا کرتے تھے ابھی ان کی عمر آٹھ نوے سال ہی کی تھی کہ ان کے والد ماجد امیر سعید الدین محمود شہید ہو گئے اور ان کی تعلیم و تربیت ان کے صاحب فضل و کمال نانا نواب عماد الملک نے جن کی عمر اُس وقت تقریباً ایک سو تیرہ سال کی تھی اپنے ہاتھ میں لے لی۔ امیر خسرو بہت ذہین تھے چنانچہ ۱۶ سال کی عمر میں انھوں نے جملہ علوم عقلی و نقلی کی جو اُس عہد میں مروج تھے تکمیل کی اور متبحر فضلاء روزگار میں شمار ہونے لگے۔ شاعری میں سب سے پہلے آپ نے اپنے بڑے بھائی اعجاز الدین علی شاہ سے اصلاح لی اور ان کے بعد بیکانہ روزگار خواجہ شمس الدین خواجہ کی شاگردی اختیار کی جنہوں نے آپ کی مشہور تصنیف خمسہ یا پنج گنج کی اصلاح فرمائی۔ ویسا ہی دیوان غزۃ الکمال میں حضرت امیر خسرو نے اپنے نانا نواب عماد الملک کے ظاہری و باطنی کمالات کا ذکر کیا ہے اور خمسہ یا پنج گنج کے آخری گنج یعنی ہشت بہشت میں خواجہ شمس الدین خواجہ کی شاگردی کا بھی اعتراف کیا ہے جو سلطان ناصر الدین محمود شاہ کے عہد میں سب سے بڑے عالم اور صاحب کمال شاعر تھے۔

کمالات ظاہری سے مزین ہو چکنے کے بعد امیر خسرو کو کمالات باطنی کے حصول کا شوق دامن گیر ہوا اور آپ حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی سید نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ مریدانہ جاں نثار میں داخل ہو گئے۔ آپ کی سمیت کی تاریخ کے متعلق بھی مؤرخین میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ ۶۸۵ھ میں سلطان مغز الدین کی قباد کے عہد میں امیر سعید الدین محمود مع اپنے متبنوں بیٹوں کے حضرت کے مرید ہوئے اور اُس وقت امیر خسرو کی عمر آٹھ سال تھی۔ لیکن تاریخی تحقیقات کی کسوٹی پر یہ بات کھری نہیں اُترتی۔ ۶۸۵ھ میں امیر خسرو کی عمر (جیسا کہ خود حضرت امیر کے بیان کے بموجب اوپر ظاہر کیا چکا ہے) ۳۳ سال نکلتی ہے۔

مشہور کتب سیر و تواریخ مثلاً سیر الاولیاء، صبح سابل، خزانہ عامرہ، جواہر فریدی، سفینۃ الاولیاء، خزینۃ الاعصیاء، مولس الارواح، طبقات الشعراء، نفحات الانس وغیرہ کے

مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امیر خسروؒ کی طبیعت میں عشق و محبت کا مادہ بھی ازلی تھا۔ عشق کی بجلی رگ رگ میں گونڈی پھرتی تھی۔ بالآخر ۳۱ سالہ میں جب انھوں نے بیعتِ نانہ کی تو ننگ ہی بالکل بدل گیا۔ صاحب طبقات الشعراء لکھتے ہیں کہ بیعتِ نانہ کے بعد امیر خسروؒ نے جو کچھ نقد اسباب تھا سب اللہ کے راستے میں دے دیا اور اس قدر ریاضات شاقہ فرمائیں کہ سب مردوں سے زیادہ حضرت محبوب الہی کی توجہ ان کی طرف مبذول ہو گئی۔ امیر خسروؒ کی ارادت و عقیدت اپنے مرشد کے ساتھ عشق کے درجے تک پہنچ گئی تھی اور گویا ان کا جال دیکھ کر وہ جیتے تھے یہی سبب ہے، امیر خسروؒ کا کلام ان کی دالہانہ محبت کے جذبات سے بھرپورا ہے۔ تاریخ فرشتہ، سیرت سیرالادبیاء وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت محبوب الہی نے اکثر فرمایا ہے ”امیر خسروؒ میرے بعد زندہ نہ رہے گا۔ جب رحلت کرے میرے پہلو میں دفن کرنا کیوں کہ وہ میرا صاحب اسرار ہے اور میں بغیر اس کے بہشت میں قدم نہ رکھوں گا۔ اگر دو شخصوں کا ایک قبر میں دفن کرنا شریعت میں جائز ہو تا تو میں وصیت کرتا کہ اسے میری قبر میں دفن کریں تاکہ ہم دونوں قبر میں بھی یک جا رہتے۔“

شعر العجم اور متعدد مستند کتب سیر میں ایک واقعہ کسی قدر تبدیلی کے ساتھ درج ہے کہ ایک دفعہ حضرت محبوب الہیؒ نے لب دریا ہندوؤں کی عبادت اور اشران کا منظر دیکھا حضرت امیر خسروؒ اور شیخ برہان الدین غریب بھی موجود تھے۔ محبوب الہیؒ نے فرمایا ”دیکھتے ہو ع ہر قوم راست را ہے دینے و قبلہ گاہے“ (یعنی ہر قوم کا ایک مخصوص راستہ ہے، ایک مخصوص دین ہے، اور ایک مخصوص قبلہ ہے) اس وقت حضرت محبوب الہیؒ کی ٹوپی غیر ارادی طور پر کچھ ٹیڑھی تھی چنانچہ امیر خسروؒ نے جستہ کیا ”ما قبلہ راست کردیم بر طرف کج کلا ہے“ (یعنی ہم نے اپنا قبلہ ایک ٹیڑھی ٹوپی والے کی طرف مخصوص کر لیا ہے)۔ تو رک جہا نیگری و نگارستان سخن میں مذکور ہے کہ دربار جہا نیگری میں یہی شعر (یعنی سہ ہر قوم راست را ہے، دینے و قبلہ گاہے) + ما قبلہ راست کردیم بر طرف کج کلا ہے) ایک صاحبِ حال بزرگ کی رگ جان کے لئے نشتر ثابت ہوا۔ وقت یہ ہوا کہ سیدی شاہ قوال گارہا تھا کہ مولانا علی احمد نشانی خلف مولانا حسین نقشی پر کیفیت

طاری ہوئی انہوں نے سجدہ کیا اور سجدہ ہی میں مسجود حقیقی کی خدمت میں ہمیشہ کے لئے جا پہنچے۔
 آہ کیوں اثر نہ ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ انچہ از دل خیزد بر دل ریزد۔

جناب امیر خسرو کے ساتھ حضرت محبوب الہی کو بھی یہ تعلق تھا کہ فرمایا کرتے تھے محبوب
قیامت میں سوال ہو گا کہ نظام الدین دنیا سے کیا لایا ہے تو خسرو کو پیش کر دوں گا۔ آخر
 وفتحات الانس میں مذکور ہے کہ حضرت محبوب الہی جب دعار مانگتے تھے تو امیر خسرو کی طرف
 اشارہ کر کے فرماتے تھے ”الہی بہ سوز سینہ اس ترک مرا بخش“ (یعنی اے اللہ اس ترک کے
 دل کی آگ کے تصدق میں مجھے بخش دے) شاہزادی جہاں آرا بیگم بنت شہنشاہ شاہجہاں
 نے اپنی کتاب مولس الارواح میں لکھا ہے کہ حضرت محبوب الہی فرمایا کرتے تھے ”میں سب سے
 تنگ ہو جاتا ہوں حتیٰ کہ اپنے سے خود تنگ ہو جاتا ہوں لیکن اے ترک (امیر خسرو) تجھ سے
 کبھی تنگ نہیں ہوتا“ صاحب حقیقۃ الاولیاء کے حوالے سے خزینۃ الاصغیاء میں مذکور ہے
 کہ حضرت امیر خسرو کے سوز عشق کا یہ عالم تھا کہ جو نیا کپڑا بھی آپ پہنتے تھے وہ دل کے اوپر
 ہمیشہ جل کر داغ دار ہو جاتا تھا۔ اپنے پیروں کے ایسے عاشق تھے کہ ان کے مقابلے میں جان و
 مال و اولاد سب بے حقیقت تھے۔ شہزادہ داراشکوہ اپنی کتاب سفینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں
 اور متعدد کتب سیر سے بھی اس واقعہ کی تصدیق ہوتی ہے کہ ایک سائل آیا۔ حضرت نے فرمایا
 ”اس وقت تو اللہ کا نام ہے۔ کٹھ جاؤ کل جو کچھ میرے پاس آئے لے لیا“ اتفاق سے کچھ بھی
 نہ آیا اور چند روزیوں ہی گزر گئے۔ بالآخر حضرت محبوب الہی نے اُس سائل کو اپنی کفیش مبارک
 دے کر رخصت کر دیا۔ حضرت امیر خسرو جو بادشاہ کے ساتھ دہلی سے باہر گئے ہوئے تھے
 اور دہلیس دہلی آ رہے تھے اتفاق سے اس سائل سے ملے۔ اُس نے حضرت محبوب الہی سے
 ملاقات کا اور کفیش مبارک عطا فرمانے کا ذکر کیا۔ امیر خسرو نے فرمایا ”میاں اسے سچو گے؟“
 اس نے کہا ”جی ہاں“ چنانچہ سلطان محمد نے چوبانچ لاکھ تنگہ (روپیہ) امیر خسرو کو ایک قصبہ
 کے صلہ میں دیا تھا وہ کل رقم حضرت امیر نے اُس سائل کو دے دی اور اپنے مرشد کی کفیش مبارک

شہا کو اپنے سر پر رکھ لیا۔ جب حضرت محبوب الہی کے دربار میں آئے تو سرکار نے ایک خاص انداز سے مسکرا کر فرمایا ”خسر و ازداں خریدی“ عرض کیا کہ سرکار وہ سائل اسی پر رضا مند ہو گیا ورنہ اگر وہ میری جان و مال اور سب کچھ اس کے عوض میں طلب کرتا تو وہ بھی بلا پس پیش حاضر کرتا۔“

۱۹۲۳ء میں سلطان غیاث الدین تغلق کے ہمراہ امیر خسرو لکھنؤ تھے گئے اور وہاں سے واپس نہ ہوئے تھے کہ سلطان محمد تغلق کے عہد میں ۱۷۱۸ یا ۱۷۱۹ ربيع الثانی ۸۲۵ھ کو حضرت محبوب الہی نے دھال فرمایا۔ سیرالاولیاء، سفینۃ الاولیاء، مولنس الارواح، تذکرۃ الواصلین، جوہر فردی و تاریخ فرشتہ شاہد ہیں کہ یہ خبر سنتے ہی زار و قطار روتے ہوئے امیر خسرو دہلی روانہ ہوئے۔ تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ حضرت امیر خسرو راستے میں زار و قطار اپنی ایک ہندی نقصین پڑھتے جاتے تھے جس کا ایک بند جوان کے دردِ دل کا آئینہ دار بھی ہے ان کی ہندی شاعری کے نمونے کی طور پر پیش کیا جاتا ہے :-

جو میں جانتی بچھرت ہیں سیاں تو میں گھونگھٹا میں آگ لگائے تی

موری چوڑیوں کی لاج سچن رکھنا یہ تو پہن لیں اب اُترت نامیں

مورا راج سہاگ تھمیں سے ہے میں تو تم ہی پہ جو بنا لٹائے بیٹھی

المختصر اپنی خوبصورت زلفیں کٹو اگر مرشد کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور نہایت

رقت سے عرض کیا ”سبحان اللہ آفتاب زیر زمیں پہاں ہو جائے اور خسرو بر روئے زمیں زندہ

رہے“ یہ کہہ کر سر کے بل مزار مبارک پر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو اپنا کل لٹا

اسباب، نقد و حسن، فقر و مساکنین پر تقسیم کر دیا اور اس کا ثواب مرشدِ برحق کی روح پاک

کو پہنچایا، ماتمی لباس پہن کر اور دنیا کو سچ کر مزارِ اقدس پر آ بیٹھے۔ مشہور ہے کہ اس کے بعد آپ کو

کبھی مہنسی نہیں آئی اور اسی غم میں چھ ماہ بعد بدھ کے روز ۱۷/شوال ۸۲۵ھ کو اس دایر فانی سے

رحلت فرما گئے اور اپنے مرشد کے پائنتی دفن ہوئے۔ تاریخ فرشتہ میں آپ کی وفات حجرات

کے دن بتائی گئی ہے اور صاحبِ مخبر الواصلین شہ حبہ کو بیان کرتے ہیں۔ لیکن بیشتر متبر تاریخی

شہادتیں بدھ کے دن کی ملتی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ امیر خسرو کے شاعری کے اولین دور میں ان کے کلام میں ساز تھا، سو نہ تھا۔ اور اپنے کلام میں شیرینی و تاثیر نہ ہونے کی وجہ سے خود دلیل رہتے تھے۔ صاحب خزائن عامہ رقم طراز ہیں کہ ایک مرتبہ امیر خسرو نے اپنی ایک نظم جو حضرت محبوب الہی کی شان میں لکھی تھی ان کو سنائی۔ حضرت نے پوچھا ”خسرو کیا صلہ چاہتا ہے“ عرض کیا ”اپنے کلام میں شیرینی“ ارشاد ہوا کہ اندر چار پائی کے نیچے پشت میں شکر رکھی ہے اس کو اپنے سر پر سے نثار کر اور تھوڑی سی اس میں سے کھالے۔ اس طرح وہ شیرینی کلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ صاحب سیر الاولیاء فرماتے ہیں کہ و آخر عمر میں حضرت امیر خسرو کچھ پتلاتے تھے کہ کاش اس سے بہتر کچھ مانگتا۔

نغات الانس میں مولانا جامی ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت محبوب الہی کے ارشاد کے مطابق امیر خسرو حضرت خواجہ خضر کی ملاقات سے سرفراز ہوئے اور اپنے کلام میں شیرینی پیدا کرنے کے لئے اُن سے اُن کا لعاب دہن طلب کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ یہ دوست شیخ سدی کی قسمت کی تھی، امیر خسرو نے یہ واقعہ شکستہ دلی سے حضرت محبوب الہی کو سنایا۔ حضرت نے اپنا لعاب دہن امیر خسرو کی زبان پر لگا دیا اور اس کی برکت سے ان کا کلام بے حد شیریں و مؤثر ہو گیا۔ خسرو نامہ کے دیباچہ میں سید جلال تبریزی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد امیر خسرو نے سب سے پہلے دو غزلیں لکھیں جن کی سلاست و روانی اور انداز بیان حقیقتاً بے حد شیریں و دلکش ہیں۔ ان کے چند اشعار نمونہ ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں:-

نبوی ہچو مہ تاسبہ باشی	بلک دلبری پائیدہ باشی!
مِن درویش را کشتی بفرہ	کرم کردی الہی زندہ باشی!
ز قیدِ دو جہاں آزاد باشم	اگر تو ہم نشینِ بندہ باشی
بستی و بردی ہچو خسرو	ہزاراں خانماں برکنڈہ باشی

(باقی آئندہ)